Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:11 (1982)

قانون شہادت ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء
کے بارے میں چند معروضات

ڈاکٹر تنزیل الرحمان

اسلام کا شرعی قانون تقریباً تیرہ سو سال تک نسلاً بعد نسلٍ کروڑوں اہل ایمان کی زندگیوں میں نافذ رہا ہے اور یہ صرف چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) کی بات ہے کہ مسلمانان عالم مغرب کی سامراجی طاقتوں سے مغلوب ہوئے اور زندگی کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر بدلا۔ نقطۂ نظر کی یہ تبدیلی مسلمانوں کے قانونی تصورات میں تبدیلی کا سبب بنی یہاں تک کہ زیر استعمار تقریباً تمام مسلمان ممالک میں الہامی قانون کی جگہ لادینی قانون نے لے لی اور بالآخر مسلم معاشرے کا پورا سماجی اور اخلاقی ڈھانچہ اس تبدیلی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

۲۔ برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے بعد بجا طور پر توقع کی جاتی تھی کہ پاکستان کی اس نئی اسلامی ریاست میں یہ طرزِ عمل بدل جائے گا لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ ہمارا نقطۂ نظر پہلے سے بھی زیادہ مغربی اور مادی ہوگیا۔

۳۔ گو مسلمانان پاکستان کے عمومی دباؤ کے سبب یہاں کی لادینیت پسند قوتیں اس ریاست کی اسلامی خصوصیات کو کالعدم کرنے میں ناکام رہیں، لیکن ۱۹۷۷ء سے پہلے کسی حکومت کے لئے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ وہ پاکستانی معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے ضروری اقدامات بروئے کار لائے۔ موجودہ حکومت نے اپنی اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے پیش قدمی کی اور چونکہ اسلامی نقطۂ نظر سے قانون اور مذہب میں گہرا ربط پایا جاتا ہے اس لئے پاکستانی قوانین کو اسلامی احکام و قواعد کے مطابق مرتب و مدون کرنے کے لئے بھی اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔

۴۔ آئین پاکستان ۱۹۶۲ء کے آرٹیکل ۲۰۴ (۱) (الف) اور ۱۹۷۳ء کے موجودہ آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ (۱) کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ فریضہ سونپا گیا ہے کہ وہ تمام موجودہ قوانین کا جائزہ اس نقطۂ نظر سے لے کہ انہیں کس طرح قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کردہ اسلامی احکام کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔ کونسل اپنی اس آئینی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے ان تمام قوانین کا جائزہ لے رہی ہے جو اس وقت ملک میں نافذ العمل ہیں۔ کونسل کے مدون کردہ قوانین حدود حکومت نے بعض تبدیلیوں کے ساتھ ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو نافذ کر دیئے اور اس کے ساتھ ہی مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء کی متعلقہ غیر اسلامی دفعات بھی منسوخ کر دی گئیں، اس طرح کونسل نے قانون قصاص و دیت کا مسودۂ قانون تیار کر کے اس سفارش کے ساتھ حکومت کی خدمت میں پیش کر دیا کہ مجموعۂ تعزیرات پاکستان مجریہ ۱۸۶۰ء کی بعض دیگر متعلقہ دفعات منسوخ کر دی جائیں۔ کونسل نے حق شفعہ کے متعلق بھی ایک نیا مسودہ قانون تیار کر کے حکومت کو بھیج دیا جس میں سفارش کی گئی کہ پنجاب کا موجودہ قانون حق شفعہ مجریہ ۱۹۱۳ء اور صوبہ سرحد کا قانون حق شفعہ مجریہ ۱۹۵۰ء منسوخ کر دیا جائے۔ کونسل کا تیار کردہ احترام رمضان کا قانون حکومت نے منظور کر کے ۲۵ جون ۱۹۸۱ء کو نافذ کیا۔ کونسل ان کے علاوہ اور بھی بہت سے قوانین کا جائزہ لے کر ان کے متعلق ضروری سفارشات حکومت کو پیش کر چکی ہے۔

۵۔ کونسل نے ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ کا بھی جائزہ لیا اور فیصلہ کیا کہ قرآن و سنت میں بیان کردہ اسلامی احکام کے مطابق ایک نیا قانون شہادت مدون کیا جائے جس پر قدیم مسلمان علماء اور فقہاء نے بڑی محنت اور کدو کاوش کی ہے اور جسے پوری امت مسلمہ نہایت قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

۶۔ تاہم اس معاملے میں ماہرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ ۱۸۷۲ء کے موجودہ شہادت ایکٹ میں ضروری ترامیم سے وہ مقصد پورا ہو جائے گا جو

ہمارے سامنے ہے بشرطیکہ اس کا اطلاق قوانین حدود پر نہ کیا جائے۔ جبکہ دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ زیرِ عمل شہادت ایکٹ میں ترمیمات سے کوئی مفید مقصد پورا نہ ہوگا۔ اسلامی نظریاتی کونسل دوسرے نقطۂ نظر کی حامی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ مناسب ہوگا کہ شہادت کا ایک جامع اسلامی قانون مدون کیا جائے جس کا اطلاق تمام عدالتی کارروائیوں پر ہو، خواہ وہ دیوانی ہوں یا فوجداری اور خواہ ان کی سزا کوئی حد ہو یا قصاص یا تعزیر۔ یہ طریق کار جدید قانون سازی کے اصولوں سے بھی ہم آہنگ ہوگا۔

جیسے بارٹلے کہتا ہے :۔

"جب کسی قانون میں بہت سی ترامیم کی تجویز پیش کی جائے تو ہمیشہ یہ سوچنا مناسب حال ہوتا ہے کہ آیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اصل قانون کو منسوخ کر کے مجوزہ ترامیم کے مطابق نیا قانون وضع کیا جائے۔ اس طریق کار سے ایک تو کتاب قانون کی ضخامت کم رہتی ہے اور دوسرے قانون ان لوگوں کے لئے آسان ہو جاتا ہے جو قانون نافذ کرتے ہیں کیونکہ انہیں دو کے بجائے صرف ایک دستاویز کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس کا ایک مزید فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پورا قانون ایک وقت میں ایک ہی تاثر دیتا ہے۔"

(قانون تعبیرات عمومی ص ۱۴۵)

۷۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار غالباً نامناسب خیال نہ کیا جائے گا کہ ۲، ۸ اء کے قانونِ شہادت کی دفعات انگریزی قانونِ شہادت سے اخذ کی گئی ہیں، اس قانون کی اکثر دفعات شہادت کے امر واقعہ سے متعلق ہونے یا نہ ہونے سے بحث کرتی ہیں لیکن اس میں قرآن و سنت پر مبنی قانون شہادت کے بہت سے اہم پہلوؤں کا کوئی ذکر نہیں ہے جو اسلامی فقہ کی کسی بھی معیاری کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مسٹر ایچ اے آر گب کے بقول :۔

مسلم علماء اور فقہاء نے قانون کا ایک ایسا ڈھانچہ تشکیل دیا ہے جو منطقی تکمیل

کے نقطۂ نظر سے انسانی استدلال کی ممتاز ترین کوشش ہے۔

(محمڈن ازم ۱۹۵۹ء، صفحہ ۹۰)

۸۔ یہ بات بآسانی معلوم کی جاسکتی ہے کہ انگریزی قانون عامہ پر مبنی موجودہ قانون شہادت اور قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی اسلامی قانون شہادت کے تصورات میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر :-

(الف) انگریزی قانون عامہ کے مطابق ہر شخص خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور عادل ہو یا غیر عادل وہ گواہی دینے کی اہلیت رکھتا ہے جبکہ اسلامی قانون کی رو سے گواہ میں اس کی صداقت و دیانت کے متعلق بعض مخصوص شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، خواہ وہ کسی ایسے مقدمے میں شہادت دے جو مستوجب سزائے حد ہو یا اس کی سزا قصاص یا تعزیر ہو یا وہ کسی دیوانی مقدمے میں گواہ ہو جو مالی معاملات سے تعلق رکھتا ہو یا اس کے سوا کوئی اور غیر مالی معاملہ ہو، ملاحظہ ہو قرآن مجید کی یہ آیت ۔

واشھدوا ذوی عدل منکم — اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ بنالو

(الطلاق۔ ۲)

(ب) انگریزی قانون عامہ کے مطابق مقدمات کی کسی خاص قسم کے لئے گواہوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی گئی ہے جبکہ اسلامی قانونِ شہادت کی رو سے قریباً تمام اقسام کے مقدمات میں گواہوں کی کم از کم تعداد مقرر ہے، خواہ وہ مقدمات فوجداری ہوں یا دیوانی، حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیے قرآن مجید کی آیات ذیل :-

(الف) والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم — اور تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں، ان پر چار آدمی اپنے میں سے گواہ کرلو۔

(النساء: ۱۵)

(ب) یایها الذین آمنوا اذا تداینتم بدین ...... واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشہداء ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری۔

اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کرنے لگو.... تو اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے۔ (البقرہ: ۲۸۲)

(ج) انگریزی قانون عامہ کی رو سے مقدمات کی کسی نوع میں بھی گواہوں کے درمیان اس پہلو سے کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا کہ وہ مرد ہیں یا عورت لیکن اسلامی قانون بعض خاص قسم کے مقدمات میں جنس کے امتیاز کو تسلیم کرتا ہے جیسے حدود اور قصاص کے مقدمات ملاحظہ ہو درج ذیل آیت اور حدیث۔

(الف) فاستشہدوا علیھن اربعة منکم

ان (عورتوں) پر اپنے میں سے چار آدمی گواہ کر لو۔

(النساء ۱۵)

اس آیت میں منکم سے مردوں ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔

(ب) مضت السنة من لدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ ان لا شہادة للنساء فی الحدود والقصاص

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دو خلفا کے زمانے سے یہ سنت چلی آرہی ہے کہ حدود اور قصاص کے مقدمات میں عورتوں کی گواہی نہیں۔ (اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب "مصنف" میں روایت کیا ہے)

(د) جہاں تک گواہ کے عادل ہونے کا تعلق ہے، اسلامی قانون کی رو سے بعض مقدمات میں اس کا ماضی اور گذشتہ طرز عمل بھی بر محل ہے جیسا کہ وہ شخص جس پر حد قذف جاری ہو چکی

ہو گواہ بننے کی اہلیت نہیں رکھتا جبکہ انگریزی قانون عامہ کی رو سے گواہ پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے :۔

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا	اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور
باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین	پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو انہیں اسی درے لگاؤ اور
جلدة ولاتقبلوالهم شهادة ابدا۔	ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو (النور ۴۱)

(ھ) ایک سنہرا اصول جو حدیث "البینہ علی المدعی والیمین علی من انکر" میں پیش کیا گیا ہے یہ ہے کہ بار ثبوت مدعی پر ہے اور قسم انکار کرنے والے پر۔ اس اصول کا اطلاق حدود کے علاوہ فوجداری اور دیوانی دونوں قسم کے مقدمات پر ہوتا ہے۔ لیکن شہادت ایکٹ مجریہ ۱۸۷۲ء اس اصول سے بالکل عاری ہے۔

(و) اسلامی قانون میں بعض مخصوص قواعد و ضوابط ایسے ہیں جن کے مطابق مقدمے کی سماعت کے دوران اور اس کے بعد فیصلے سے پہلے یا فیصلے کے بعد گواہ کے اپنی شہادت سے رجوع کرنے کی صورت میں گواہ اور فریقین مقدمہ کے معاملات پر بعض اثرات مرتب ہوتے ہیں لیکن موجودہ شہادت ایکٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

(ز) اسلامی قانون میں اقبال و اعتراف یعنی اقرار کے طے شدہ ضوابط موجود ہیں۔ اقرار بذات خود زیر تصفیہ واقعہ کے بارے میں قطعی ثبوت (حجت قاطعہ) ہوتا ہے لیکن شہادت ایکٹ ۱۸۷۲ء کی رو سے یہ ایک امر مانع تقریر مخالف ESTOPPLE ہے۔

(ح) اسلام کے قانونِ شہادت میں تزکیۃ الشہود کے متعلق بھی دفعات پائی جاتی ہیں جبکہ موجودہ قانون شہادت اس سے خالی ہے۔ ہماری عدالتیں ان اصولوں کو عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق مناسب تبدیلیوں کے بعد اپنا سکتی ہے اور قانون شہادت میں ان سے متعلق ضروری دفعات شامل کی جا سکتی ہیں۔ حوالے کے لئے ملاحظہ ہو (المبسوط مصنفہ امام سرخسی جلد ۱۶، صفحات ۸۸-۹۳)

(ط) بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے اور اس کی وجہ غالباً عدم واقفیت ہی ہو سکتی ہے کہ اسلامی قانون قرائنی شہادت، دستاویزی شہادت اور طبی شہادت کو تسلیم نہیں کرتا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی قانون شہادت میں اس مقصد کے لئے بہت سے اصول موجود ہیں (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو امام سرخسی کی کتاب "المبسوط" جلد ۲۶، صفحات ۱۵۴-۱۵۵)

(ی) اسلامی قانون کے مطابق اگر کسی گواہ سے عدالت یا کوئی فریق مقدمہ یہ مطالبہ کرے کہ وہ عدالت میں آکر گواہی دے تو اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ گواہی سے احتراز کرے۔

(الف) ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اٰثم قلبہ۔ — اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے گا اس کا قلب گنہگار ہوگا۔ (البقرہ ۲۸۳)

(ب) ولا یأب الشہدآء اذا ما دعوا — اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں (البقرہ: ۲۸۲)

(ج) ولا تکن للخائنین خصیما — اور خائنوں کے طرفدار نہ ہو جائیے (النساء ۱۰۵)

(د) کونوا قوامین بالقسط شہدآء للہ۔ — انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو۔ (النسآء: ۱۳۵)

تاہم ایک حدیث کی رو سے گواہ کو مقدماتِ حدود میں یہ اختیار حاصل ہے کہ جب تک عدالت یا کوئی فریقِ مقدمہ اسے گواہی کے لئے طلب نہ کرے تو وہ چاہے گواہی دے اور چاہے نہ دے تاکہ مسلمان کے عیب پر پردہ پڑا رہے

(ک) ۱۸۷۲ء کے شہادت ایکٹ میں کوئی ایسی موثر رکاوٹ موجود نہیں ہے جو گواہ کو جھوٹی گواہی دینے سے روک سکے جبکہ اسلامی قانون جھوٹی گواہی دینے والے کے ساتھ سختی سے نمٹتا ہے۔ اسلامی نظام کے مطابق جس عدالت کے روبرو جھوٹی گواہی دی گئی ہو خود اسے یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ جھوٹی گواہی دینے والے

کو سزا دے سکے جبکہ موجودہ نظام کے تحت وہ عدالت مجسٹریٹ کی عدالت میں صرف استغاثہ حاصل کر سکتی ہے۔

۹۔ اسلام کا قانونِ شہادت تیرہ سو سال سے وقت کے تقاضوں پر پورا اترتا رہا ہے اور یہ مہذب دنیا کے اکثر حصوں پر مسلمانوں کی حکمرانی کے پورے دور میں نافذ العمل رہا ہے۔ ایک مغربی مستشرق کے الفاظ ہیں :۔

تیرہ سو سال گزرنے کے بعد آج بھی شریعت اسلام کے مقدس قانون نے نسلاً بعد نسل کروڑوں مسلمانوں کی زندگیوں پر حکمرانی کی ہے اور یہ عظیم نظام قانون ابھی تک مشرق و مغرب کے محققین اور فقہاء کے محتاط مطالعے کا موضوع ہے۔

(اینڈرسن کی کتاب اسلامک لا ان دی ماڈرن ورلڈ پر ڈاکٹر سیاہپاجی کا تعارف، ص۔۹)

یہ قانون اب بھی سعودی عرب، اردن، عراق، متحدہ عرب امارات اور اسلامی دنیا کے متعدد حصوں میں نافذ العمل ہے۔

۱۰۔ یہ صرف بیسویں صدی عیسوی کی بات ہے کہ مختلف اسلامی ممالک پر نوآبادیاتی طاقتوں نے اپنے دورِ حکمرانی میں اسلام کے قانونِ شہادت کو بدل کر وہاں اپنا قانونِ شہادت نافذ کر دیا جس کی بنیاد مغربی تصورِ انصاف، برادری اور حسنِ نیت (JUSTICE EQUITY AND GOOD CONSCIENCE) پر رکھی گئی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں یہ قانون ہمارے پرانے برطانوی آقاؤں کی چھوڑی ہوئی میراث ہے۔

۱۱۔ آخر میں مناسب ہوگا کہ مرحوم جسٹس حمود الرحمٰن، سابق چیف جسٹس آف پاکستان و سابق چیئرمین، اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک خطبے کا اقتباس پیش کیا جائے جو انہوں نے بیرونِ ملک ایک کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ موجودہ قانونی نظام کو اسلامی شریعت سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ضروری تبدیلیوں کی وکالت کرتے ہوئے مرحوم نے ارشاد فرمایا :۔

بنیادی تبدیلی جو بروئے کار آنی چاہئے یہ ہے کہ کوئی ایسا طریقہ تلاش کیا جائے جس کے ذریعے جھوٹی گواہی پیش کرنے کی لعنت کو ختم کیا جا سکے۔ جھوٹی قسم کھانے والے کو سزا دینے کا

موجودہ طریقِ کار اتنا بوجھل اور دیر طلب ہے کہ عدالتیں عموماً اسے اختیار کرنے سے گریز کرتی ہیں۔ چنانچہ میری تجویز ہے کہ اس صورت حال کو ختم کرنے کے لئے اسلامی اصول اپنایا جائے اور جو شخص جھوٹی گواہی دے اس کے متعلق اعلان کر دیا جائے اور وہ آئندہ کسی مقدمے میں گواہی نہ دے سکے اور ایسے گواہ کا باقاعدہ ایک رجسٹر رکھا جائے۔ اس کے علاوہ جس عدالت کے روبرو جھوٹی گواہی دی جائے اسے بھی یہ اختیار رہنا چاہئیے کہ وہ جھوٹی گواہی یا قسم کھانے والے کو سزا دے سکے نہ یہ کہ اسے صرف جیسا کہ موجودہ قانون میں کہا گیا ہے شکایت داخل کرنے کا اختیار حاصل ہو۔ اگر یہ طریق کار اپنا لیا گیا تو ہمیں پیشہ ور گواہوں کے گروہ سے نجات مل جائے گی۔ مزید برآں یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ سے حلف قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر لیا جائے نہ کہ موجودہ معمول کی طرح محض اقرار صالح کی صورت میں۔ نیز دیوانی مقدمات میں مدعا علیہ اور فوجداری مقدموں میں ملزموں سے بھی حلف لینا چاہئیے۔ مزکی کا عہدہ از سر نو قائم کیا جائے تاکہ جن لوگوں کو عدالت میں گواہی کے لئے طلب کیا جائے ان کا ریکارڈ رکھا جاسکے اور ان کے کردار اور شہرت کے بارے میں مقامی طور پر تحقیقات ہو سکے۔ اس صورت میں ججوں کے لئے یہ ممکن ہو گا کہ وہ گواہوں کی دی ہوئی شہادت کی صحیح قدر و قیمت متعین کر سکیں۔ نیز مجرموں پر جرح کرنے کی اجازت ہونی چاہئیے۔ یہ طریقہ ایسا ہے کہ برطانیہ میں بھی اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہو گا کہ قانونِ شہادت کو اسلامی قانون شہادت سے ہم آہنگ کیا جائے۔ اگر ہمارے موجودہ عدالتی نظام میں یہ تبدیلیاں بروئے کار آجائیں تو ہمارے جج صاحبان اسلامی فقہ اور اصول فقہ یعنی اسلامی اصول قانون سے ضروری واقفیت بہم پہنچا لیں تو ہمارا موجودہ عدالتی نظام اسلامی شریعت کو اطمینان بخش طریقے پر نافذ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

(حوالے کے لئے دیکھئے، سید شریف الدین پیرزادہ، اٹارنی جنرل پاکستان کا خطاب جو انہوں نے ۱۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو جسٹس محمود الرحمٰن کی وفات حسرت آیات کے موقع پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل کورٹ ریفرنس منعقدہ کراچی سے کیا)

صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ۳ اپریل ۱۹۸۲ء کو مجلسِ شوریٰ کے سامنے قانون شہادت کے بارے میں فرمایا کہ موجودہ قانونِ شہادت کو اسلامی قوانین کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ضمن میں دو آراء سامنے آئی ہیں بعض لوگوں کی رائے ہے کہ موجودہ قانونِ شہادت کو جو اینگلو سیکسن قوانین پر مبنی ہے ترامیم کے ذریعے اسلامی نہیں بنایا جا سکتا اس کو مکمل طور پر ختم کر کے اسلامی قانون شہادت نافذ کیا جائے مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں سے اسلام کے منافی نکات کو نکال دیا جائے (روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی مورخہ ۴ اپریل ۱۹۸۲ء، صفحہ ۹، کالم نمبر ۳) ماہرین قانون و شریعت کو چاہیے کہ وہ اس موضوع پر غور و فکر کر کے اپنی آراء کا اظہار فرمائیں۔